© rasailojaraid.com

فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ

تعارف وتاثیر

مفتی نظام الدین برکاتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على حبيبه سيدالمرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين .

''فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ،، بھی اسباب تخفیف سے ہے اور یہ ترجمانی ہے: فقہ کے قاعدہ :''درء المفاسد اولى من جلب المصالح .،، کی، جو اشباہ کے قاعدہ خامسہ :''الضرر يزال ،، کا پانچواں ضمنی قاعدہ ہے مگر وہ بجائے خود کلی ہے جو اپنے دائرے کے تمام مسائل کو محیط ہے اور یہ ''فساد موجود اور مظنون بظن غالب،، دونوں کو عام ہے۔ لہذا دونوں ہی طرح کے فساد کو شریعت طاہرہ دور کرتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر حکیم کی حکمت سے بعید تر ہے کہ وہ فساد کو برقرار رکھے، یا اسے قابل اعتنا قرار دے۔ اشباہ میں ہے:

قاعدة خامسة :''وهى درء المفاسد اولى من جلب المصالح،، فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا لان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالماموات. ولذاقال عليه الصلاة والسلام: اذا امرتكم بشئى فاتوا منه مااستطعتم واذا نهيتكم عن شئى فاجتنبوه .،،

ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للمشقة .ولم يسامح فى الاقدام على المنهيات خصوصا على الكبائر .اه.(۱)

پانچواں قاعدہ: ''مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے اہم وراجح ہے۔،، لہذا جب کسی محل میں مفسدہ بھی پایا جائے اور مصلحت بھی تو زیادہ تر مفسدہ کے ازالہ کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ شریعت نے ماموارت سے زیادہ ممنوعات کے ازالے کو اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''جب تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ جتنی تمہیں استطاعت ہو، اور جب تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے بچو، مکمل احتراز کرو۔،، (یعنی ممنوعات سے بچنے میں استطاعت کی رعایت نہیں رکھی) اور یہی وجہ ہے کہ دفع مشقت کے لیے ترک واجب جائز ہے لیکن ممنوعات خصوصا کبائر پر اقدام کی اجازت نہیں دی گئی۔

☆انت تحمل فی نفسک قناطیر النعم وکنوز الخیرات التی وھبک ایاھا.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''فساد،، کا معنی: فساد کا معنی ہے بگاڑ، شے کا اعتدال کی حد سے باہر نکل جانا، قابل انتفاع ہونے اور درستگی سے خارج ہو جانا، معاصی کا اظہار، دین کی اہانت۔

قرآن حکیم کی لغت المفردات میں ہے:

فسد: الفساد خروج الشئی عن الاعتدال قليلا كان الخروج عنه او كثيرا ويضاده الصلاح ويستعمل ذلك فى النفس والبدن والاشياء الخارجة عن الاستقامة، يقال فسد فسادا وفسودا وافسده غيره، قال (لفسدت السموات والارض .لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا. ظهر الفساد فى البر والبحر. والله لايحب الفساد. واذا قيل لهم لاتفسدوا فى الارض. الاانهم هم المفسدون. ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل. ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها. ان الله لايصلح عمل المفسدين. والله يعلم المفسد من المصلح)'(۱۲)

فسد: فساد کا معنی ہے شے کا اعتدال سے باہر ہو جانا، خواہ تھوڑا سا باہر ہو یا زیادہ۔ اس کی ضد صلاح ہے، اس کا استعمال جان، دل، بدن، اور ان تمام چیزوں کے لیے ہوتا ہے جو درست نہ رہ گئی ہوں۔ کہا جاتا ہے: ''فسد، فساداً وفسوداً، ٹھیک نہ رہا۔ اور'' افسدہ غیرہ،، دوسرے نے اسے خراب کر دیا۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: تو ضرور آسمان وزمین تباہ و برباد ہو جاتے۔ (۲) اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور تباہ ہو جاتے۔ (۱) چمکی خرابی خشکی اور تری میں۔ (۲) اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔ (۳) اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو۔ (۴) سنتا ہے! وہی فسادی ہیں۔ (۵) تا کہ اس میں فساد ڈالے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے۔ (۶) بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں (۷) اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔ (۸) اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ (۹)

مدارک شریف میں ہے:

والفساد خروج الشئى عن حال استقامته وكونه منتفعابه وضده الصلاح وهو الحصول على الحال المستقيمة اه .(۱۳)

فساد یہ ہے کہ شے کا حال درست نہ رہے اور قابل انتفاع ہونے سے نکل جائے۔ اس کی ضد صلاح ہے جس کا معنی ہے درست حال میں موجود رہنا۔

بیضاوی شریف میں ہے:

والفساد :خروج الشئى عن الاعتدال والصلاح :ضده، وكلاهما يعمان كل

☆احسن الى الناس ٭وقدم الخير للبشر ،لتلقى السعادة من عيادة مريض ٭اعطاء فقير والرحمة بيتيم ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضار ونافع. ومنه: اظهار المعاصي والاهانة بالدين. فان الاخلال بالشرائع والاعراض عنها مما يوجب الهرج والمرج ويخل بنظام العالم اه ملخصا. (۱۴)

فساد یہ ہے کہ شے اعتدال کی حد سے نکل جائے۔ صلاح اس کی ضد ہے اور یہ دونوں ہر ضرر رساں اور نفع بخش چیز کو عام ہیں۔

معاصی کا اظہار اور دین کی اہانت بھی فساد ہے کیوں کہ احکام کی خلاف ورزی اور ان سے اعراض فتنے وفساد کا باعث ہوتا ہے اور اس سے نظام عالم میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے شریعت کی پیروی صلاح واعتدال ہے۔ اور اس کی خلاف جرات وبے باکی اعتدال سے تجاوز اور فساد ہے۔

اسی لحاظ سے فساد کا ایک معنی ''معاصی کا اظہار اور دین کی اہانت،، بھی بتایا گیا، اور بلاشبہ شریعت کے خلاف جرات وبے باکی معصیت کا اظہار اور دین کی اہانت ہے، تو اس تشریح کی روشنی میں فساد کا معنی ہوگا ''شریعت کے جادۂ اعتدال سے انحراف، اس کے خلاف جرات وبے باکی اور معصیت کا ارتکاب۔،،

مفسدہ کی تعریف: اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مطابق فقہ کی اصطلاح میں مفسدہ کی جامع مانع تعریف یہ ہوگی:

وكل مايفوت هذه الاصول (الخمسة) فهو مفسدة. (۱۵)

مفسدہ: وہ چیز ہے جو دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی ایک کو فوت کر دے۔

لہذا بھوک یا پیاس کی شدت سے اگر جان چلی جائے تو وہ مفسدہ ہے۔ نماز میں کلام کرنے، یا عمل کثیر کرنے، یا وضو توڑ دینے سے نماز فاسد ہو جائے تو یہ بھی مفسدہ ہے۔ یوں ہی کلمہ کفر بولنے یا کسی کفر کا ارتکاب کرنے سے ایمان چلا جائے تو یہ ایک زبردست مفسدہ ہے اور جس ذریعہ سے اس مفسدے کا ازالہ ہو وہ مصلحت ہے۔

فرق وامتیاز: مصلحت مبہمہ اور فساد موجود یا مظنون ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں میں نسبت تباین کی ہے اور تقابل ''تضاد،، کا۔ لہذا یہ دونوں ایک ساتھ کبھی نہیں جمع ہوں گے اور اگر کہیں محسوس ہو کہ دونوں جمع ہیں تو ان میں ایک غالب اور دوسرا مغلوب ضرور ہوگا۔

پس جہاں مصلحت غالب ہوگی وہاں اسے ترجیح حاصل ہوگی اور اس کے مطابق احکام میں تغیر یا تخفیف ہوگی۔ اور جہاں فساد غالب ہوگا وہاں اسے ترجیح ہوگی اور اس کے مطابق احکام میں تغیر وتخفیف ہوگی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قاعدہ فقہیہ: ''درء المفاسد اولی من جلب المصالح،، مطلق نہیں ہے، بلکہ اس شرط سے مقید ہے کہ فساد مصلحت پر غالب ہو اور مصلحت اس کے مقابل مغلوب ہو۔ لہذا اس قاعدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اور قاعدہ فقہیہ :قد تراعی المصلحة لغلبتها علی الفساد ،، میں کوئی تعارض نہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔ہاں الگ الگ دو حیثیتوں سے کسی محل میں ان کا اجتماع ہو سکتا ہے جیسے نماز جو غصب کی ہوئی زمین میں پڑھی جائے۔اسے اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ دوسرے کی زمین کا بلا اجازت استعمال ہے تو نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ وہ اللہ عزوجل کی مقدس عبادت ہے جو اجلال وتعظیم کی کیفیات حسنہ پر مشتمل ہے تو وہ فریضہ الٰہی سے سبکدوشی کے لیے کافی ہے۔

یوں ہی ''عید الفطر کے دن روزہ رکھنے کی منت ،، کو اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ یہ روزہ ہے جو اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہے، کاسر شہوت ہے تو بلاشبہ مصلحت ہے اور اسی وجہ سے منت واجب بھی ہو جاتی ہے، اور اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ یہ اللہ تعالی کی ضیافت سے اعراض ہے تو یقیناً وہ مفسدہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

الصلوة فی ارض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلمه فما کان بینه وبین الله تعالی یثاب وما کان بینه وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاوی .

الصلوة جائزة فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطها وارکانها وتعاد علی وجه غیر مکروه.(١٦)

غصب کی ہوئی زمین میں نماز درست ہے۔ہاں! غاصب پر اس کے ظلم کی وجہ سے عذاب ہوگا۔تو وہ اللہ عزوجل کی عبادت پر ثواب پائے گا، اور بندے کی حق تلفی کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

ان تمام صورتوں میں نماز صحیح ہے اس لیے کہ نماز کے تمام شرائط اور ارکان پائے جاتے ہیں، اور غیر مکروہ طریقے پر اس کا اعادہ واجب ہے۔

رد المحتار میں ہے:

اذا نذر صیام هذه الایام فانه یلزمه ویقضیه فی غیرها،لانه لم یصر بنفس النذر مرتکبا للنهی وانما التزم طاعة الله تعالی والمعصیة بالفعل فکانت من ضرورات المباشرة لامن ضرورات ایجاب المباشرة.منح مع زیادةط .(١٧)

اگر ایام منہیہ یعنی عید وبقر عید اور ذی الحجہ کی گیارھویں، بارہویں میں روزے رکھنے کی نذر مانے تو نذر اس کے ذمہ لازم ہوگی اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے گا۔اس لیے کہ صرف نذر مان لینے سے وہ ممنوع کا مرتکب نہیں ہوا کیوں کہ اس نے تو اللہ تعالی کی اطاعت اپنے ذمہ لازم کی ہے۔معصیت ان

☆اعلم انک لست الوحید فی البلاء ،فما سلم من الهم احد،وما نجا من الشدة بشر.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنوں میں روزہ رکھنا ہے۔لہذا ایام منہیہ میں روزہ رکھنے سے تو معصیت کا تحقق ہوگا لیکن روزہ اپنے ذمہ واجب کر لینے سے معصیت کا تحقق نہیں ہوگا۔(م ساجد)

غرض یہ کہ مصلحت وفساد، مختلف حیثیتوں سے محل واحد میں جمع ہو سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں دونوں میں سے ایک غالب اور دوسرا مغلوب ضرور ہوگا۔

ازالہ فساد کی اصل کتاب وسنت میں

کتاب وسنت میں ازالہ فساد کی اصل وہ تمام آیات واحادیث ہیں جن میں کسی طرح کا فساد پیدا کرنے پر تعزیر یا حد یا رجم یا قصاص یا دیت یا غرہ کا حکم دیا گیا ہے۔یا اس پر عذاب جہنم کی وعید دی گئی ہے، یا کم از کم اللہ تعالی کی ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے۔مثلاً ارشاد باری ہے۔

(۱)......**والله لايحب الفساد.** اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

(۲)......**ان الله لايصلح عمل المفسدين.** بے شک اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔

(۳ تا ۸) آیات حد زنا قذف، حد شرب خمر، حد سرقہ وآیات قصاص وجہاد وتعزیر وقطاع طریق وغیرہ۔

یہ تمام نصوص ازالہ فساد کی حجت ہونے کے واضح دلائل ہیں۔اور یہ کتاب وسنت میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ہم نے یہاں صرف حصول برکت وتکمیل مبحث کے لئے چند آیات کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

شرعی احکام پر فساد کا اثر

فساد کا ضرر مصلحت کے نفع سے زیادہ ہو تو فساد وضرر کے ازالہ کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے پہلے سے ثابت شدہ شرعی احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ہم ذیل میں اس کے چند شواہد پیش کرتے ہیں۔

(۱) فتاوی رضویہ میں ہے:

”جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم واحیائے حق کے لیے جائز ہے یا نہیں، اس بارے میں کلماتِ علماء مختلف ہیں۔

بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے۔

اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم ودین قویم کی میزان میں تولے ، جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے۔مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام وکمال کسی ظالم نے چھین لیا، اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوراگرکسی مال دار شخص کے سودوسوروپے کسی نے دبا لیے تو اس کے لیے صریح جھوٹ کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اوراتنے ظلم کا تحمل اس مال دار پر ایسا گراں نہیں۔حدیث سے ثابت اورفقہ کا قاعدہ مقررہ، بلکہ عقل ونقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:من ابتلی ببلیتین اختار اھونھن اھما.جوشخص دو بلاؤں میں گرفتار ہواس میں جوآسان ہے اسے اختیار کرے۔

درالمختار میں ہے:

واعلم ان الکذب قدیباح وقد یجب.والضابط فیه کمافی تبیین المحارم وغیره عن الاحیاء:ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعاًفالکذب فیه حرام.وان امکن التوصل الیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود ،وواجب ان وجب کمالو رای معصوما اختفی من ظالم یرید قتله اوایذاء ه فالکذب هنا واجب اه.(۱۸)

جھوٹ بولنا کبھی مباح ہوتا ہےاورکبھی واجب۔اس کا ضابطہ جیسا کہ تبیین المحارم وغیرہ میں احیاء العلوم کے حوالے سے ہے یہ ہے کہ مقصد محمود کواگرسچ وجھوٹ دونوں ذریعہ سے حاصل کرنا ممکن ہوتو وہاں جھوٹ بولنا حرام ہے۔اگرصرف جھوٹ بول کرہی وہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہوتو دیکھا جائے کہ وہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہوتو دیکھا جائے کہ وہ مقصد مباح ہے تو جھوٹ بولنا مباح ہے اوراگروہ مقصد واجب ہے تو جھوٹ بولنا واجب ہے۔جیسے کسی نے دیکھا کہ ایک بے گناہ انسان کسی ظالم کے خوف سے چھپا ہوا ہے اوروہ ظالم اسے قتل کرنا چاہتا ہے، یاایذا پہنچانا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔(ان.ر.)

(۲)بچیوں کا ختنہ مستحب ہے عہد سلف میں اس کارواج تھا مگراب اس سے ممانعت کردی گئی ہے کیوں کہ اس پرغیرمسلم بلکہ بہت سے اپنے لوگ بھی ہنسیں گے جس سے فی الواقع دین کی تضحیک ہوگی اورایمان بھی برباد ہوسکتا ہے،اورظاہر ہے کہ دین کی تضحیک اورایمان کی بربادی کا فساد ایک مستحب کام کی مصلحت سے بڑھ کر ہے۔فتاوی افریقہ میں ہے:

''لڑکیوں کے ختنے کا کوئی تاکیدی حکم نہیں اوریہاں رواج نہ ہونے کے سبب عوام ان پرہنسیں گے،طعنہ کریں گے اوریہ ان کے گناہ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اورحفظ دین مسلمان پرواجب ہے،لہذا یہاں اس کا حکم نہیں۔،،اشباہ میں ہے:

لایسن ختانها وانما هومکرمة .منیةالمفتی .

عورت کا ختنہ سنت نہیں،وہ توصرف ایک بہتری کی بات ہے۔

پھرغمزالعیون میں ہے:

☆تفکر فیمن سبقوک فی مسیرۃالحیاۃ،ممن عزل وحبس،وقتل وامتحن،وابتلی ونکب،وصودر.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وانما كان الختان فى حقها مكرمة لانه يزيد فى اللذة.

عورت کا ختنہ ایک بہتری یوں ہوا کہ اس سے لذت بڑھ جاتی ہے۔

درمختار میں ہے:

ختان المراة ليس سنة بل مكرمة للرجال وقيل: سنة.(۱۹)

عورت کا ختنہ سنت نہیں، بلکہ مردوں کی خاطر ایک بہتری کی بات ہے۔اور یہ قول ضعیف ہے کہ سنت ہے۔

اشباہ میں ہے:

(۳)ومن ذلك :ماذكره البزازى فى فتاواه :ومن لم يجد سترة ترك الاستنجاء ولو على شط النهر لان النهى راجح على الامر .انتهى.

اور اسی قبیل سے وہ مسئلہ ہے جسے علامہ بزازی نے اپنے فتاوی میں ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص دوسروں کی نظر سے بچنے کے لئے کوئی پردہ (آڑ) نہ پائے وہ پانی سے استنجا نہ کرے اگرچہ دریا کے کنارے ہو، اس لیے کہ نہی کو امر پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(م.ساجد)

(۴)والمراة اذا وجب عليها الغسل ولم تجد سترة من الرجال تؤخر كذا فى شرح النقاية.

عورت پر غسل واجب ہو اور اسے مردوں کی نظر سے بچنے کے لئے کوئی پردہ (آڑ) نہ ملے تو وہ (آڑ پانے تک) غسل موخر کرے۔ایسا ہی شرح نقایہ میں ہے۔

(۵)ومن فروع ذلك المبالغةفى الاستنجاء والاستنشاق مسنونة وتكره للصائم.

اس کے فروع سے یہ بھی ہے کہ استنجا کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرنا سنت ہے، اور روزہ دار کے لیے مکروہ ہے۔

(۶)وتخليل الشعرسنة فى الطهارةويكره للمحرم اه ملخصا.(۲۰)

وضو کرنے میں داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے اور محرم کے لیے مکروہ ہے۔

(۷)اشباہ میں ہے:

يجوز القضاء بعلمه فى القصاص دون الحدود كما فى الخلاصةاه.

مسئلہ قصاص میں قاضی کا اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا جائز ہے اور مسائل حدود میں ناجائز۔جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

اس کے تحت غمز العیون والبصائر میں ہے:

والفتوى اليوم على عدم جواز القضاء بعلمه مطلقا لفساد قضاة الزمان اه.(۲۱)

دور حاضر میں قاضیوں کے اندر فساد پیدا ہو جانے کی وجہ سے فتوی اس پر ہے کہ قاضی کا اپنے علم کی بنیاد

☆كل ما اصابك فاجره على الله:من الهم والغم،والحزن والجوع والفقر والمرض والدين والمصائب.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر فیصلہ کرنا جائز نہیں خواہ مسئلہ قصاص کا ہو یا حدود کا۔

(۸) عہد رسالت میں عورتوں کو حاضری مسجد و جماعت و جمعہ وعیدین کی اجازت تھی، پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے فساد زمانہ کی وجہ سے ان کو حاضری سے روک دیا۔ پہلے یہ پابندی بوڑھی عورتوں کے لیے مخصوص اوقات میں اور جوان عورتوں کے لیے مطلقاً تھی ،فساد عام ہو جانے کی وجہ سے تمام اوقات میں عورتوں کے لیے پابندی ہوگئی۔

درمختار میں ہے:

یکرہ حضورھن الجماعة ولولجمعة وعید ووعظ مطلقاً ولوعجوزاً لیلا علی المذھب المفتی به لفساد الزمان.(۲۲)

فساد زمان کی وجہ سے مذہب مفتی بہ یہ ہے کہ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے،اگر چہ وہ حاضری جمعہ وعیدین ادا کرنے اور وعظ سننے کے لیے ہواور اگر چہ عورت بوڑھی ہواور رات کا وقت ہو۔

مسلم شریف میں ہے:

عن یحیی وھو ابن سعید عن عمرة بنت عبدلرحمن انھا سمعت عائشة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم تقول:لوان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رای ماأحدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قال:فقلت لعمرة:انساء بنی اسرائیل منعن المسجد ؟قالت نعم.(۲)

یحی بن سعید سے مروی ہے وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کا یہ حال دیکھتے تو ضرور انھیں مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں،راوی کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں آنے سے روک دی گئی تھیں؟ تو انھوں نے کہا: ہاں۔

بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عن یحی بن سعید عن عمرة عن عائشة قالت :لوادرک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ماأحدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرة:اومنعن قالت نعم.(۲۳)

یحی بن سعید عمرہ سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہ انھوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کا یہ حال دیکھتے تو ضرور انھیں مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں (راوی کہتے ہیں) میں نے عمرہ سے پوچھا کیا وہ روک دی گئی تھیں؟ تو انھوں نے کہا: ہاں۔

(۹) حاشیہ فتاوی رضویہ میں ہے:

''جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتوی اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جا سکتے ہیں۔،، (۲۴)

اس کی اصل تنویر الابصار و درمختار کا درج ذیل جزئیہ ہے:

(ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام، والثاني)ابدا الى قيام الساعة (وبه يفتي) حاوي القدسي (وعاد الى الملك)اى ملك البانى اوورثته (عند محمد) وعن الثاني ينقل الى مسجد آخر باذن القاضي (ومثله)في الخلاف المذكور (حشيش المسجد وحصيره مع الاستغنا عنهما، و) كذا (الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر)والحوض (الى اقرب مسجد اورباط اوبئر) اوحوض (اليه). (۲۵)

اگر مسجد کے ارد گرد کی آبادی ویران ہو جائے اور اس مسجد کی ضرورت باقی نہ رہے تو بھی وہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک قیامت تک مسجد ہی رہے گی، اور اسی پر فتوی ہے۔ حاوی القدسی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک وہ مسجد بانی (واقف) یا اس کے ورثہ کی ملک ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے کہ اس کو قاضی کی اجازت سے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کا اختلاف مسجد کی گھاس اور اس کی چٹائی کے بارے میں بھی ہے جب کہ ان کی ضرورت نہ ہو، یوں ہی سرائے اور کنواں کے بارے میں بھی اختلاف ہے جب کہ ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو مسجد، سرائے، کنواں اور حوض کا وقف اس سے قریب تر دوسری مسجد، سرائے، کنواں اور حوض کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ (م۔ساجد)

ردالمحتار میں ہے:

والذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلافرق بين مسجد اوحوض، كماافتى به الامام ابوشجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة ولاسيما في زماننا، فان المسجد اوغيره من رباط اوحوض اذا لم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هومشاهد. وكذلك اوقافه ياكلها النظار اوغيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الى النقل اليه. (۲۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسجد وحوض کے درمیان کسی فرق کے بغیر انھیں منتقل کرنے کے جواز میں مشائخ کی متابعت مناسب ہے۔جیسا کہ امام ابوشجاع اور امام حلوانی نے اسی پر فتوی دیا اور یہ دونوں پیشوا کافی ہیں۔خصوصا ہمارے زمانہ میں کیوں کہ اگر مسجد سرائے یا حوض کو منتقل نہ کیا جائے تو چور اور ڈاکو اس کا ملبہ تک اٹھالے جائیں گے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔یوں ہی اوقاف کو اس کے متولی یا دوسرے لوگ کھاجائیں گے۔(مزید برآں) منتقل نہ کرنے کی صورت میں اس دوسری مسجد کا بھی ویران ہونا لازم آئے گا جس کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔(م.ساجد)

(۱۰)اب فتوی اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہوکر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے،مسلمان ہوکر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔(۲۷)

فقہ حنفی کی معتمد کتاب درمختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی:

من الافتاء بما فی النوادر وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر .قال فی النهر :والافتاء بهذا اولیه .(۲۸)

بلخ کے مشائخ کرام نے عورتوں کو کفر سے روکنے اور لوگوں کی آسانی کے لیے یہ فتوی صادر کیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت نہیں واقع ہوگی۔خاص کر اس عورت کے مرتد ہونے سے جو کفر کا ارتکاب کر کے انکار کر بیٹھتی ہے۔نہر میں فرمایا کہ اس قول پر فتوی دینا نوادر پر فتوی دینے سے راجح ہے۔

بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے:

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند افتوا بعدم الفرقة بردتها حسما لباب المعصیة والحیلة للخاص منه .اه(۲۹)

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند نے فتوی دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت واقع نہیں ہوتی،تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے کے لیے کفر کو حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے اور معصیت کا دروازہ بند ہوجائے۔

(۱۱)فتاوی رضویہ میں ہے:

ومن ذلک افتاء جد المقدسی بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضیع الحقوق .قال فی ردالمحتار :قال القهستانی :وفیه ایماء الی ان له ان یاخذ من خلاف جنسه عند المجانسة فی المالیة وهذا اوسع فیجوز الاخذبه وان لم یکن مذهبنا فان الانسان یعذرفی العمل به عند الضرورة کما فی الزاهدی .اه(۳۰)

☆اکثر مایخاف لایکون ،وغالب مایسمع من مکروہ لایقع،وفی اللہ کفایة وعندہ رعایة ،ومنه العون .☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوراسی قبیل سے جد المقدسی کا یہ فتوی ہے کہ خلاف جنس سے اپنا حق وصول کرنا جائز ہے، اس لیے کہ اس میں حقوق کے ضیاع سے حفاظت ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ علامہ قہستانی نے فرمایا: اس میں اشارہ ہے کہ صاحب حق کو خلاف جنس سے اپنا حق وصول کرنا جائز ہے جب کہ مالیت میں یکسانیت ہو اور اس میں زیادہ آسانی ہے لہذا اس کو اختیار کرنا جائز ہے، اگر چہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیوں کہ ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے میں انسان معذور ہوگا جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ (مولانا ساجد علی مصباحی)

ان مسائل سے عیاں ہوا کہ ازالہ فساد کبھی حاجت کے درجہ میں ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کے۔ لہذا حسب اختلاف مراتب مستثنی وخارج امور کو چھوڑ کر عامہ ابواب فقہ میں یہ بھی تغییر وتخفیف احکام کا سبب ہوگا۔

نیز اس کی یہ تاثیر اجتہادی مسائل اور موارد نصوص سب کو عام ہوگی۔

ساتوں اسباب ایک محل میں جمع ہو سکتے ہیں

ساتوں اسباب۔ ضرورت، حاجت، عموم بلوی، عرف، تعامل، دینی ضروری، مصلحت، ازالہ فساد۔ کے درمیان باہم کوئی منافات اور تباین نہیں پایا جاتا کہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہ ہو سکیں، بلکہ یہ اسباب دو دو، چار چار، چھ چھ اور بلکہ ساتوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

بادی النظر میں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ مصلحت اور فساد دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کے درمیان تباین پایا جاتا ہے، اس لیے کم سے کم یہ دو اسباب یکجا نہیں ہو سکتے۔ مگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ فقہا اس سبب کا ذکر ''دفع مفسدہ،، اور ''ازالہ فساد،، کے عنوان سے کرتے ہیں تو پھر مصلحت اور ازالہ فساد میں کوئی تباین یا تضاد نہیں رہ جاتا کہ ازالہ فساد بھی اپنی جگہ ایک مصلحت ہی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ازالہ فساد کو بھی مصلحت ہی سے موسوم فرمایا ہے، لہذا ساتوں اسباب کا کسی ایک محل میں اجتماع ہوسکتا ہے۔

☆ ''باغوں کے پھل کی بیع وشرا،، والے مسئلے میں اجتماع کا یہ خوب صورت منظر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ خاتم الفقہا علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے الفاظ میں وہ مسئلہ اس طرح ہے:

قلت: لایخفی تحقق الضرورة فی زماننا لاسیما فی مثل دمشق الشام کثیرة الاشجار والثمار فانه لغلبه الجهل علی الناس لایمکن الزامهم بالتخلص باحدی الطرق المذکورة وان امکن بالنسبة الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبة الی عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج کما علمت ویلزم تحریم اکل الثمار فی هذه البلدان اذ لاتباع الا کذلک. اھ(۳۱)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں اس ضرورت کا تحقق کوئی مخفی امر نہیں خصوصاً دمشق کے علاقے میں

☆لاتجالس البغضاء والثقلاء والحسدة،فانهم حمی الروح ،وهم رسل الکدر وحمل الاحزان.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو کثیر باغات اور پھل کا علاقہ ہے کیوں کہ لوگوں پر جہالت کے غلبے کی وجہ سے انھیں درج بالا طریقوں کا پابند کرنا ممکن نہیں، ہاں کچھ لوگ وہ طریقے اختیار کر سکتے ہیں، مگر سب ایسا نہیں کر سکیں گے اور ان کی عادت چھڑانے میں حرج لاحق ہوگا جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے، پھر لازم آئے گا کہ اس علاقے میں لوگ حرام پھل کھائیں کیوں کہ وہاں باغات کے پھل اسی طور پر بیچے جاتے ہیں۔

بحرالرائق میں امام جلیل ابو بکر محمد بن فضل فضلی سے ہے:

استحسن فيه لتعامل الناس ،فانهم تعاطوابيع ثمار الكرم بهذه الصفةولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع الناس عن عاداتهم حرج .اه(۳۲)

میں اسے لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اچھا سمجھتا ہوں کیوں کہ لوگ انگور کے پھلوں کی بیع اسی طور پر کرتے ہیں یہ ان کی عادت ظاہر ہے اور لوگوں کی عادت چھڑانے میں حرج ہے۔

مسئلہ اصل یہ ہے کہ باغ کے کچھ پھل نکل چکے ہیں اور کچھ نکلنے کو باقی ہیں تو ظاہر مذہب میں ان پھلوں کی بیع ناجائز و باطل ہے مگر اب اس طرح کے پھلوں کی خرید و فروخت عوام الناس میں رائج ہو چکی ہے اور ان کی یہ عادت چھڑانے میں سخت حرج ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ عوام اب اس عادت سے باز نہ آئیں گے لہذا اس بیع باطل سے اجتناب موجودہ حالات میں ناممکن ہے۔

ایک طرف تو اس مسئلہ کا یہ حال ہے، دوسری طرف عوام وخواص اور علما و صلحا کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی یہ پھل بازار سے خریدتے اور پھلوں کے تحائف قبول فرماتے اور خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ ایک زمانے سے سب کا یہی حال ہے تو عموم بلوی ضرور متحقق ہے۔ اس طرح اس مسئلے میں غور کیا جائے تو ساتوں اسباب یکجا پائے جاتے ہیں۔

ضرورت: شرعی ضرورت کے تحقق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خود شامی میں اس کی صراحت ہے۔

حاجت: یوں متحقق ہے کہ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں حاجت بھی ضرور پائی جاتی ہے۔

عموم بلوی: ابھی واضح کیا گیا کہ عوام وخواص سبھی اس محظور میں مبتلا ہیں لہذا عموم بلوی متحقق ہے۔

حرج: جب ضرورت، حاجت، **عموم بلوی** تینوں یکجا ہیں تو حرج ضرور موجود ہے کہ یہ تینوں حرج ہی کے افراد سے ہیں۔

عرف وتعامل: عرف وتعامل کا وجود تو روز روشن کی طرح ہے کہ یہ خرید و فروخت لوگوں کی عادت بن چکی ہے اور اسی کی وجہ سے درج بالا اسباب حرج وجود میں آئے۔ شامی میں اس کے لیے عادۃ کا لفظ آیا ہے جو تعامل کا ہم معنی ہے اور بحرالرائق میں تو خاص لفظ ''تعامل،، کی صراحت بھی ہے۔

دینی ضروری مصلحت: بیع باطل کا ارتکاب مفسدہ ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچانا مصلحت، اور یہ مصلحت اس مفسدہ

☆حافظ علی تکبیر ةالاحرام جماعة٭واكثر المكث في المسجد ٭عود نفسك المبادرة للصلاة ٭تجد السرور.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر غالب ہے اس لیے یہاں یہ سبب بھی متحقق ہے۔ واضح ہو کہ یہاں مصلحت ''درجہ ضرورت،، میں ہے۔

ازالہ فساد: کا پایا جانا تو ظاہر ہے کہ بیع کا بطلان اور اس کا ارتکاب گناہ ہے جو یقیناً فساد ہے۔ یہاں اسی کا ازالہ متعدد اسباب تخفیف کی بنا پر کیا گیا ہے۔

اس تجزیہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ساتوں اسباب کے درمیان تباین یا تضاد نہیں پایا جاتا اور یہ سب کے سب ایک محل میں جمع ہو سکتے ہیں۔

☆یوں ہی طاعات پر اجارے کا جواز شرعی ضرورت بھی ہے اور حاجت بھی، اس کا عرف وتعامل بھی ہے۔ اور یہ دینی ضروری مصلحت بھی۔ اس میں عموم بلوی بھی ہے اور ازالہ فساد بھی۔ اس طرح اس مسئلے میں بھی ساتوں اسباب کا اجتماع پایا جاتا ہے۔ کتب فقہ میں اس کے پچاسوں نظائر موجود ہیں۔ ہم نے صرف نمونے کے طور پر دو نظیریں پیش کی ہیں۔

حواشی

۱۔ الاشباہ والنظائر، ص:۱۱۴، القاعدۃ الخامسۃ من الفن الاول، نول کشور۔

۲۔ قرآن مجید، سورۂ مومنون: آیت:۷۱۔

۳۔ قرآن مجید، سورۃ الانبیاء: آیت:۲۲

۴۔ قرآن مجید، سورۂ روم: آیت:۴۱۔

۵۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ: آیت:۲۰۵

۶۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ: آیت:۱۱۔

۷۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ: آیت:۱۲

۸۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ: آیت:۲۰۵۔

۹۔ قرآن مجید، سورۂ نمل: آیت:۳۴۔

۱۰۔ قرآن مجید، سورۂ یونس: آیت:۸۱۔

۱۱۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ: آیت:۲۲۰۔

۱۲۔ المفردات فی غریب القرآن، ص:۳۷۹۔۳۸۰۔

۱۳۔ تفسیر مدارک التنزیل، ص:۲۰، ج:۱، جالی محلہ، ممبئی۔

۱۴۔ بیضاوی شریف، ص:۱۶۹، ج:۱، دار الفکر، بیروت۔

۱۵۔ المستصفی من علم الاصول فوق فواتح الرحموت، ص:۲۸۶، ج:۱

۱۶۔ فتاوی عالم گیری، ص:۱۰۹، ج:۱، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالا یکرہ۔

۱۷۔ رد المحتار، ص:۴۱۲، ج:۳، فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

۱۸۔ فتاوی رضویہ، ص:۱۷۸، ج:۹، کتاب الحظر والاباحۃ رضا اکیڈمی۔

۱۹۔ السنیۃ الانیقۃ فی فتاوی افریقہ، ص:۵، مسئلہ:۴۔

۲۰۔ الاشباہ والنظائر، ص:۱۱۴، ۱۱۵، القاعدۃ الخامسۃ من الفن الاول، نول کشور

۲۱۔ الاشباہ والنظائر مع شرحہ غمز العیون والبصائر، ص:۱۵۲۔ القاعدۃ السادسۃ من الفن الاول ''العادۃ محکمۃ،،۔

☆ایاک والذنوب فانها مصدر الهموم والا حزان ،وهي سبب النكبات وباب المصائب والازمات .☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۲۔ درمختار علی ھامش ردالمختار،ص:۴۱۸۔۴۱۹،ج:۱،باب الامامۃ۔
۲۳۔ صحیح مسلم شریف،ص:۱۸۳،ج:۱،باب خروج النسا الی المساجد۔
۲۴۔ صحیح بخاری شریف،ص:۱۲۰،ج:۱باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس،مجلس البرکات۔
۲۵۔ حاشیہ فتاوی رضویہ،ص:۳۹۳،ج:۱،رسالہ اجلی الاعلام۔
۲۶۔ تنویرالابصار ودرمختار،ص:۵۴۸،ج:۶،کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد۔
۲۷۔ ردالمختار،ص:۵۵۰،ج:۶،مطلب فی انقاض المسجد۔
۲۸۔ حاشیہ فتاوی رضویہ،ص:۳۹۳،ج:۱،رسالہ اجلی الاعلام۔
۲۹۔ الدرالمختار شرح تنویرالابصار علی ھامش ردالمختار،ص:۳۹۳،ج:۱
۳۰۔ البحرالرائق،ص:۲۳۰،ج:۳،باب نکاح الکافر(بیروت)
۳۱۔ فتاوی رضویہ،ص:۳۹۳،ج:۱،رسالہ اجلی الاعلام۔
۳۲۔ ردالمختار،ص:۴۳،ج:۴ مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر،من کتاب البیوع

....

۱۴ سالہ اشاریہ ماہ نامہ فقہ اسلامی

اس اشاریئے کی مدد سے آپ یہ جان سکتے ہیں کہ گزشتہ چودہ برس میں کن کن موضوعات پر اس مجلّہ میں مضامین شائع ہوچکے ہیں' اوراشارئے کی مدد سے اپنی ضرورت اور پسند کا مضمون حاصل کرنے کے لئے مطلوبہ شمارہ طلب کرسکتے ہیں۔

قیمت صرف سوروپے علاوہ ڈاک خرچ

© rasailojaraid.com